عشق پاگل نہیں پاگل کو ولی کرتا ہے
مجازی عشق سے عشق حقیقی تک کا سفر
IT'S A JOURNEY OF METAPHORICAL LOVE TO A DIVINE LOVE
محمد جبران
ایم فل اسکالر
راوی :واجد خان
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

عشق پاگل نہیں پاگل کو ولی کرتا ہے

مجازی عشق سے عشق حقیقی تک کا سفر۔۔۔!

راوی: واجد خان

محمد جبران ایم فل اسکالر

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول "عشق پاگل نہیں پاگل کو ولی کرتا ہے" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com اور مصنف (محمد جبران) محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

http://paksociety.com

میں کلاس سے باہر نکلا تو مجھے ایک نورانی چہرے نے اپنی جانب متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر تو جیسے لمحے صدیوں میں بدل گئے، وقت نے اپنی چال روک لی۔ وہ ایک حسین خواب کا جھونکا تھا جو سر تا پا میرے وجود کو جھنجھوڑ گیا۔ وہ میرے سامنے سے گزر رہے تھے اور جوں ہی وہ گزرے مجھے تو جیسے ہوش آگیا، وہ پروفیسر قاسم جلیل صاحب تھے کیمسٹری کے پروفیسر۔ گزشتہ پانچ سالوں میں انکی سیاہ داڑھی اب سفید ہو گئی تھی اور انکی شخصیت میں اس قدرے نکھار آچکا تھا کہ وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی مخصوص شلوار قمیض میں انتہائی پروقار انداز میں نظریں جھکائے چلے جا رہے تھے۔ میں نے ایک پل کے لئے اپنی آنکھوں میں انگلیاں گھوماتے ہوئے خوب تسلی کی کہ واقعی وہ پروفیسر جلیل صاحب ہی تھے یا کوئی اور مگر جب تسلی ہو گئی تو میں تیر کی طرح انکی جانب لپکا۔ ان کی چال انتہائی دھیمی اور متوازن تھی، چہرے پر نظر کا چشمہ ان کی انکی شخصیت کو مزید شان والا کر رہی تھی۔ وہاں کافی رش تھا سو انکے بالکل پیچھے لگ کر میں آہستہ آہستہ انکے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور جب وہ درسگاہ کی عمارت سے نکل کر باہر گارڈن میں داخل ہوئے تو میں ایک دم سے انکے سامنے آگیا۔

"جناب میں واجد خان آپ کا پرانا شاگرد جس کی شفقت اور دعائوں سے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ آپ نے مجھے میٹرک اور ایف ایس سی میں پڑھایا ہے اور میں آپ کی کلاس کا ٹاپر رہ چکا ہوں۔۔۔۔۔" انہوں نے ایک دم سے میری جانب دیکھا اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ عود آئی۔ انکی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری اور انہوں نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ مجھے مصافہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ جبکہ میں تو ایک الگ ہی دنیا میں کھویا ہوا تھا، مجھے انکی آنکھوں کے سحر نے بری طرح سے جکڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر تو مجھے بالکل ہوش نہیں رہا پھر اچانک میں نے بوکھلاتے ہوئے انکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر میرے کندھے کو بھرپور انداز میں دباتے ہوئے کہا:

"کیسے ہو جوان بڑے عرصے بعد ملاقات ہوئی دل کو بہت خوشی ہوئی۔۔۔۔۔۔۔ کیا کر رہے ہو آج کل۔۔۔"

"بس جی اسی درسگاہ میں ہوں اور کوشش ہے کہ اگلے سال ایم فل کے پیپرز دے کر ہی نکلوں۔ سر یقین کریں مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے آپ اتنے عرصے بعد ملے میری تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے نہ جانے قسمت نے ہمیں ایک دوسرے سے

کیوں دور کر دیا تھا۔ پھر اسی قسمت نے ہمیں پھر سے ملوا دیا ہے۔ وہ چار برس میری زندگی کے سب سے عظیم دن تھے، جتنا میں نے آپکی صحبت میں رہ کر سیکھا تھا وہ اس کے بعد کبھی بھی نہیں سیکھ سکا۔ میری آنکھیں تو نہ جانے کب سے پیاسی تھیں آپ کے دیدار کو آج آپ ملے مجھے تو گویا پورا جہاں مل گیا۔ سر آپ کہاں تھے ایک دم سے آپ کا نمبر بھی بند ہو گیا، میں نے بڑی کوششیں کیں کہ آپ کو تلاش کروں مگر آپ شاید لاہور چھوڑ کر ہی کہیں چلے گئے تھے۔ یا غالباً آپ گوشہ نشینی میں چلے گئے ہوں، مجھے کچھ واضح بات سمجھ نہیں آئی تھی اور پھر خود کو میں نے قسمت کے حوالے کر دیا تھا کہ جب وہ چاہے گی تو آپ سے ملاقات ہو جائے۔ اب اس نے جیسے چاہا ویسے ہو گیا۔ میں اس پہ اپنے رب کا جتنا شکریہ ادا کروں وہ کم ہے مجھ پر میرے رب نے ایک بار پھر کرم کر دیا کہ مجھے آپ مل گئے۔ مجھے بہت مسرت ہو رہی ہے دل کے جذبے اور احساسات میں آپ کو کھل کر بیان نہ کر سکوں البتہ اتنا ضرور بتا دیتا ہوں کہ آپ کو رب نے کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے پھر ملوایا ہے اور اب کی بار میں آپ کو کھونا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

میرے دل میں اور بھی بہت کچھ تھا ایسے حسین جذبے تھے جو اندر ہی اندر مچل رہے تھے انہیں شاید میں زبان پر لانے سے کترا رہا تھا۔ بولتے بولتے ایک دم سے میری زبان رک گئی۔ اب ہمارے درمیان خاموشی تھی جو مجھے بری طرح سے کاٹ رہی تھی، وہ مسکرا رہے تھے مگر زبان سے کچھ ادا نہیں کر رہے تھے، ان کی خاموشی بہت پر اسرار ہوتی جا رہی تھی۔ مگر وہ پر سکون تھے مجھے یاد ہے پانچ چھ سال قبل وہ کافی غصے کے تیز تھے کوئی بھی انکی طبیعت کے خلاف بات کرتا تھا تو وہ بہت جلد ہی جلال میں آجاتے تھے ۔ مگر اب میں انکی طبیعت میں بہت سکون محسوس کر رہا تھا اس میں وہ جوش و جذبہ نہیں تھا جو پہلے ہوتا تھا۔ انہیں شاید جو منزل پہلے نہیں ملی تھی وہ اب مل گئی تھی تبھی انکے چہرے پر بہت سکون تھا مگر وہ چیز کیا تھی جسکی تلاش کے لئے وہ پانچ چھ سال تک غائب ہو گئے تھے۔ آخر وہ اضطراب کیا تھا جو انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دے رہا تھا۔ بے شک پروفیسر صاحب شروع سے ہی پانچ وقت کے نمازی تھے اور ہمیں بھی نماز کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ مگر وہ صرف نماز نہیں ہو سکتی تھے جس نے انہیں مکمل تبدیل کر دیا تھا۔ پروفیسر صاحب کو کیمسٹری کے علم سے عشق تھا انہوں نے اپنی کوٹھی میں بھی زیر زمین لیبارٹری بنا رکھی تھی وہ چاہتے تھے کہ دنیا میں کیمسٹری کے سب کے سے بڑے پروفیسر بن جائیں۔ انہیں کیمسٹری سے عشق تھا جو رفتہ رفتہ جنون اور دیوانگی میں بدل گیا تھا۔ آپ جب کیمسٹری لیب میں ہوتے تو اتنے محو ہو جاتے تھے کہ پھر ان کو اس سے باہر نکال پانا ناممکن ہو جاتا تھا اور جو انہیں نکالتا تھا یا انہیں کسی بھی قسم کا ڈسٹرب کرنے کی تھوڑی سی بھی کوشش کرتا تھا تو آپ جلال میں آجاتے تھے۔ سارا غصہ اسی پر نکال لیتے تھے۔ میں انہی کی صحبت میں رہ کر کیمیاء کو سیکھا اور آج اسی مضمون میں ایم فل کر رہا تھا۔ مگر جو کچھ میں نے ان سے

http://paksociety.com

http://paksociety.com

سیکھا تھا وہ آج تک مجھے کوئی نہیں سیکھا سکا تھا۔ انکے جنون میں میں بھی رنگا گیا تھا، اب ایم فل ہونے کو آئی تھی مگر مجھے ان جیسا پروفیسر زندگی میں نہیں ملا تھا۔ وہ جب بھی مجھے سمجھاتے تھے تو انکے بال آئن سٹائن کی طرح بکھرے ہوئے ہوتے انہیں اپنا ہوش نہیں ہوتا تھا۔ اس اثناء میں وہ کیمسٹری کے ساتھ رقص کر رہے ہوتے تھے ان کی جو کیفیت ہوتی تھی اسے بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ کیمسٹری کو اپنی محبوبہ کہتے تھے اور اسکے عشق میں انہوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ یہ ایک عاشق اور ایک محبوب کا ملاپ تھا جسے زمانے بھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اور اس عشق میں انہوں نے پاگل ہو کر دنیا بھر کر چکر لگایا ایک ایک میوزم ایک ایک درسگاہ ایک ایک سے بڑھ کر ایک پروفیسر، وہ کیا تھا جو انہوں نے چھوڑا ہو۔ کیمسٹری کے عشق میں انہوں نے سب کچھ چاٹ ڈالا تھا مگر پھر بھی انہیں وہ سکون میسر نہیں تھا، وہ اکثر ایک شعر کہا کرتے تھے جو میری رگوں میں سنسنی پھیلا دیتا تھا۔ وہ شعر کہتے ہوئے اکثر جھوم جایا کرتے تھے:

عشق انساں کو قلندر بو علی کرتا ہے

عشق پاگل نہیں پاگل کو ولی کرتا ہے

وہ کچھ دیر یوں ہی مسکراتے رہے پھر مجھ سے گویا ہوئے:

"واجد بیٹا یہ انسان تو ایک حقیر تنکا ہوتا ہے اپنی مرضی سے ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا۔ یہ سب اوپر والے کے کھیل ہیں اور اس کے کھیل نرالے ہوتے ہیں وہ جو کرتا ہے خوب کرتا ہے۔" انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور ساتھ میں آسمان کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ میں صرف انکی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اور انکے انتہائی پر وقار ہونٹوں کو ہلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم سے مجھے ہوش آیا تو میں نے سر سے کہا سر اگر آپ برا نہ منائیں تو آپ سے ایک نشست ہو جائے۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر اپنے دل کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں، اب تو ایسا لگتا ہے کہ میں صدیوں سے پیاسا ہوں اور میری پیاس آپ ہی بجھا سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ یا آپ اگر مصروف ہیں تو مجھے پلیز وہ وقت دیں جب آپ فری ہوں۔ مجھے سکون صرف آپکے ساتھ بیٹھنے میں ہی محسوس ہو گا، میری روح کو مزید نہ تڑپائیں سر۔۔۔۔۔" میں نے ایکدم سے سر جھکاتے ہوئے کہا تو انہوں نے مجھے آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ انکا وجود جب میرے بدن سے ٹکرایا تو میرا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ میں

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

اپنی کیفیت بیان کرنے سے قاسر تھا اور اب بھی ہوں۔ سمجھ نہیں آئی کہ میری روح تک کانپ گئی، پھر وہ مجھ سے الگ ہوئے اور انہوں میرے دونوں کندھوں کو تھام کر کہا:

"کیا ہوا جوان؟ ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"میں نظریں جھکائے انکے الفاظ کو معنی پہنانے کوشش کر رہا تھا کہ وہ پھر گویا ہوئے۔

"آؤ میرے ساتھ میں چاہتا ہوں کہ تم آج مجھے کسی رکشے پر بٹھا دو۔ تمہاری خواہش آج تو پوری نہیں ہو سکتی مجھے اس نے یاد کیا ہے سو مجھے جانا ہو گا۔ البتہ جب بھی ہماری اگلی ملاقات ہو گی تو وہ بھرپور ہو گی، میرا وعدہ رہا لیکن ابھی مجھے جانا ہے۔ اس وقت تک کے لئے تمہیں انتظار کرنا ہو گا۔۔۔۔۔۔" ہمارے آس پاس بہت سے لوگ گزر رہے تھے مگر ہم سب سے بے نیاز اپنی ہی دنیا میں مگن تھے۔ ہمیں کسی کی پراہ نہیں تھی کہ کون آرہا ہے اور کون جا رہا ہے۔ مگر انکے آخری فقرے نے مجھے تھوڑی پریشانی میں مبتلا کر دیا نہ جانے وہ کہاں جا رہے تھے اور پھر وہ اب کی بار غائب ہوئے تو پھر یہ انتظار کتنا طویل ہو گا۔ بے شک دنیا کا سب سے مشکل کام انتظار ہے اور اس انتظار میں لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں۔ مجھے اس سے کئی دفعہ خوف بھی آتا ہے کہ یہ اپنی وسعت میں کتنا لامتناہی ہے۔ مگر کیا کہا جا سکتا تھا میرے استاد نے جو کہہ دیا وہ بات حرف آخر تھی۔ لہذا میں نے خاموشی سے حامی بھری اور کہنے لگا:

"سر آپ نے تو مجھے عجیب امتحان میں ڈال دیا ہے اور آپکی بات ٹالی نہیں جا سکتی سو آپ نے جو کہہ دیا وہ میں ماننے کے لئے تیار آپکی بات پر تو میں انکار نہیں کر سکتا۔ اس دعا کے ساتھ کہ ہماری ملاقات جلد ہی ہو گی، پر نہ جانے آپ میرے صبر کا امتحان اور کتنا لیں گے۔ مجھے آپ کا انتظار کتنے روز کرنا ہو گا پر اگر آپ برا نہ منائیں تو میں آپ کو اپنی بائیک پر ڈراپ کر دوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔"میں نے اپنے دل کے تمام جذبات کی ترجمانی الفاظ کی شکل میں کر دی۔ پتہ نہیں میں ان کو قائل کر پاؤں یا نہیں پر شکوہ تو کر ہی سکتا تھا ناں سو کر دیا پھر میں خاموشی سے کسی امید کی آس میں انکے چہرے اور ہونٹوں سے ادا ہونے والے الفاظ کو سننے لگا۔ انہوں نے اپنے نورانی چہرے ہلکی سے مسکراہٹ سجائے اور کہنے لگے۔

"انتظار کرو بیٹا کیونکہ یہ اسی کا حکم ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ آؤ مجھے رکشے پر بٹھا کر آؤ۔۔۔۔" یہ کہتے ہی وہ میرے آگے چلنے لگے اور میں انکے پیچھے پیچھے چلنے لگا پھر ہم درسگاہ کا دروازہ کراس کر کے ہم لوگ باہر آئے تو سڑک پر آکر میں نے انہیں رکشہ روک کر دیا اور پھر

http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

وہ اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے میں انہیں تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔ میری آنکھوں میں پانی آگیا۔۔۔۔ پھر میں نے اپنے قدم بوجھل دل کے ساتھ بڑھائے اور میں درسگاہ کے ایک اور دروازے میں داخل ہو گیا جہاں پر بائیکس کی پارکنگ تھی وہاں سے میں نے بائیک لی اور پھر افسردہ دل کے ساتھ اپنے گھر کی طرف راونہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دن تھا اور پھر رات ہو گئی مجھے گھر آکر ایک پل چین نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ نہ نیند آتی تھی نہ دل میں کسی اور کا خیال آتا تھا، میں نے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا امی چیختی رہ گئیں مگر میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے سونے کا بہانہ کر لیٹ گیا۔ نیند بھی تو مجھ سے روٹھ گئی تھی نہ آخر پروفیسر پانچ چھ سال کہاں رہے تھے اور اب اچانک یونیورسٹی کیسے آگئے کیا وہ صرف مجھ سے ملنے آئے تھے یا انکو کوئی کام تھا۔ پتہ نہیں کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے تھے اور بولا تھا کہ اب اگلی ملاقات بھرپور ہو گی۔ نہ جانے وہ کیسے ہو گی نہ انہوں نے کوئی ملاقات کی جگہ متعین کی تھی اور نہ انہوں نے کچھ بولا تھا۔ پھر امی کو شکل دیکھانے کی غرض سے میں شام کے سودے لے آیا تھا مگر پھر آکر کمرے میں لیٹ گیا۔ امی یا ابو سے اپنے دل کی حالت بیان نہیں کر سکتا تھا پتا نہیں وہ میری بات کا کیا مطلب لیتے۔ سوچ رہنا ہی مناسب سمجھا رات کو دوست کی کال آئی تو وہ بھی میں نے اٹنڈ نہیں کی تھی۔ رات ہوتے ہی میں چھت پر چڑھ گیا اور دور چاند کو اپنی طرح اداس پایا۔ وہ بھی کسی کی یاد میں دکھی معلوم ہوتا تھا میں اس کو تھوڑی دیر تکتا تو آنکھیں تھک جاتیں پھر اپنی آنکھیں نیچے کر لیتا۔ نہ جانے یہ عمل کتنی دیر رہا تاروں بھرا آسمان اور ہر طرف پراسرار خاموشی میرے وجود کو بری طرح سے کاٹ رہی تھی۔ اس خاموشی میں ایک عجیب سا خوف چھپا ہوا تھا میرا جسم پھر سے کانپنے لگا۔ مجھے ایک پل سکون نہیں تھا میں رونے لگا اور اپنے رب سے گڑگڑا کر فریاد کرنے لگا کہ ایک اللہ تو اس ناچیز سے کیوں امتحان لے رہا ہے آخر وہ کیا چیز ہے جو مجھ پر آشکارہ کرنا چاہ رہا ہے۔ میں نے وہ رات تاروں کے سائے میں اپنے آپ سے الجھتے ہوئے گزار دی۔ میں اندر ہی اندر اپنے آپ سے جنگ کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اس قابل بنانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے اب ایسے ہی جینا ہی اور ایسے ہی وقت گزارنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وقت گزرتا گیا اور اب میں کوئی بھی کام دل سے نہیں کرتا تھا کسی مشین کے مانند درسگاہ جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا اور پھر اسی انداز میں سارے کام کرنا اور کسی بھی کام میں دل نہ لگنا میرا معمول بن گیا۔ اس کا احساس میرے گھر والوں کو بھی ہوا مگر اس کا اعلاج انکے پاس نہیں تھا سو انہوں نے مجھے ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کرانے کے لیے بھیج دیا۔ ان کے پلے بھی کچھ نہ پڑا تو انہوں نے چند دوائیں لکھ کر اپنی جان چھڑائی اور پھر رفتہ رفتہ میں نے اپنی حالت خود ہی بہتر کر لی اور میں اپنی نارمل روٹین لائف میں آ گیا۔ مگر میری شخصیت میں پھر بھی خلاء تھا جو کوئی پر نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سال پورا ہوا اور میں تھیسس کے لئے کام کرنے لگا اس مقصد کی تحقیق کے لئے مجھے پشاور یونیورسٹی جانا پڑا اور اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے پروفیسر صاحب کو ایک پبلک پارک میں دیکھ لیا اور پھر میں اُن کے قریب چلا گیا۔ انکی نورانیت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ انکے چہرے پر مزید نکھار آ گیا تھا مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ کر مجھے انہوں نے سینے سے لگا لیا۔ میرے اندر ایک آنسوؤں کا ایک سمندر جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ اب ابل کر باہر آ گیا تھا آج پھر اتنا بڑا انتظار تھا جو ختم ہوا تھا۔ ہم دونوں نہ جانے کتنی دیر تک یوں ہی ایک دوسری کی دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے رہے۔ پھر ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو وہ مسکرا رہے تھے۔ میں ان کی مسکراہٹ دیکھ کر اپنا دکھ بیٹھ گیا اور پھر ان کے طرف دیکھ کر خود ہی دل بہل گیا اور میں بھی مسکرا دیا۔ مگر زبان تھی کہ خاموش تھی اس میں سے لفظ ادا نہیں ہو رہے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور پھر مجھے پارک سے نکالتے ہوئے درختوں کے پاس لے گئے اور کہنے لگے:

"آج سے بیس پچیس سال قبل میں کیمسٹری کا دیوانہ ہوتا تھا، میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا کیمیادان بننا۔ میں نے اس کی خاطر دنیا بھر کے چکر لگائے اپنے عشق کی تسکین کی خاطر میں نے کیا کیا نہیں کیا۔ میں نے دنیا کی ہر لائبریری کا رخ کیا دنیا جہاں کے کیمیادانوں سے ملا مگر مجھے ابھی اور جانا تھا۔ میری دل میں کوئی سکون اور چین نہیں تھی پھر میں نے سوچا کہ کیوں ناں رب کے دروازے پے جایا جائے مجھے سکون شاید اس در سے مل جائے شاید میں سکون پا جاؤں۔ سو میں لاہور میں ایک دوست کے مشورے پر ایک مسجد میں چلا گیا۔ جہاں پر بتایا گیا تھا کہ ایک مشہور بزرگ شخصیت شاہ بابا آتے ہیں انکے پاس ہر مسئلے کا حل ہے۔ میں بھی مسجد میں چلا گیا۔ عصر کی نماز کے بعد جمعرات کے روز انکا کلام سننے بہت سے لوگ آئے تھے۔ ابھی انکا کلام شروع ہوا تھا کہ وہ ایک دم سے جلال میں آئے انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر مجھے کہنے لگے

http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"بد بخت تو کیا لینے آیا ہے۔۔۔ تیرے لئے میرے محفل میں کوئی جگہ نہیں نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔اسے اٹھا کر باہر پھنک دو۔۔۔۔۔" اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجھے انکے مریدوں بازوئوں سے اٹھایا اور مسجد کے باہر پھنک دیا میں بہت حیران اور پریشان تھا کہ مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی۔ یہ حرکت مجھے بالکل نہ بھائی تھی، مجھے بہت تکلیف کا احساس ہوا۔ اتنی بے عزتی اگر میری کسی اور جگہ ہوئی ہوتی تو شاید میں وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ پوری انتظامیہ کو ہی ادھیڑ کر رکھ دیتا، میری شان میں یہ گُستاخی میں کبھی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس ملک کا سب سے بڑا کیمسٹری کا پروفیسر تھا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر مسجد کو خدا کا گھر جان کر وہاں سے تو واپس چلا گیا۔ پھر اگلے دن میں نے اپنا سارا غصہ اپنے دوست کے اوپر نکال دیا۔ اسکی ایسی مٹی پلید کی اس کی سات نسلیں یاد رکھیں گی۔ پر وہ میرا دوست تھا اور میرے غصے اور انا سے خوب واقف تھا۔ چپ چاپ میرا سارا غصہ برداشت کرتا رہا پھر گویا ہوا:

"پہلے تو میں معذرت چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ یہ رویہ ہوا مگر میں اپنی بات پر قائم ہوں کہ اگر تمہاری تقدیر بدلنی ہے تو وہ شاہ بابا ہی وہ شخصیت ہیں تمہیں وہ راستہ دکھائیں گے اور وہی ہی ہیں تمہارے اندر موجود اس حالت سے نکلنے کا ہی طریقہ بتائیں گے۔ اگر تم نے کچھ پانا ہے تو چپ چاپ انکے اس رویے کو برداشت کرو تم اپنی تقدیر پالو گے۔۔۔۔۔" میں اس کی باتیں بڑی دیر تک سنتا رہا وہ مجھے قائل کرتا رہا۔ شاید میں اس کی باتیں کبھی نہ سنتا اور نہ ہی مانتا اگر وہ مجھے یہ یقین نہ دلا دیتا کہ یہیں تمہارے مسئلے کا حل ہے تم انکی شاگردی میں بیٹھو اور انکے رویئے کو برداشت کرو۔ خیر اس کے سمجھے بجھانے پر میں اگلی جمعرات پھر انکے پاس چلا گیا۔ جمعرات کے بعد انکا کلام شروع ہوا تو مغرب قریب آگئی اور پھر وہ مغرب کی نماز پڑھا کر جانے لگے تو میں انکے پاس سائل بن کر آ گیا۔ میں نے ان سے وقت مانگا تو وہ مجھے بری طرح سے جھڑکتے ہوئے سائیڈ پر کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ میں پھر حیران و پریشان اور غصے کی ملی جلی کیفیات سے انکو جاتا ہوا دیکھتا رہا کہ آخر ان کا رویہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ ایک دل کیا کہ آگے بڑھ کر انکو آج اپنی تذلیل کرنے کا پورا جواب دے ہی دوں اور پھر یہاں پر کبھی واپس نہ آوں۔ مگر پھر مسجد کے تقدس کا خیال آیا۔۔۔۔۔۔۔وہ پھر اپنے غصے کو پیتا ہوا اگلے دن پھر دوست کے پاس آ پہنچا اس کے پھر اپنا سارا غصہ اتا دیا تو وہ تحمل سے ساری گفتگو سننے لگا اور پھر گویا ہوا"

"تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ایک خاص مقصد کے تحت ہو رہا ہے۔ اگر تم وہ برداشت کر لو تو یقین کرو تمہارے لئے نعمتوں کے باغات کھل جائیں گے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنی "میں" کو مار کر اپنا سر ڈال کر وہیں پڑے اور پھر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔

http://paksociety.com

شاہ بابا کو سر ڈالنے والی ادا بہت پسند ہے۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ سر ڈالنا اور اپنے اندر اپنی "میں" کو ختم کرنا ہی سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ خدا کو بہت پسند تو تمہیں یہ بات بری نہیں منانی چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ مجھے پھر سمجھاتا رہا اور اس کی باتوں کا اثر یہ ہوا کہ میرے اندر ایک نئی تبدیلی آنا شروع ہو گئی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار سوچا کہ واقعی میں کچھ نہیں ہوں۔ اور مجھے اپنے اندر سے اپنی انا کو ختم کرنا ہو گا، جب تک میں اپنے خول میں رہا تو میں کچھ نہیں پا سکوں گا۔ لیکن یہ بہت مشکل تھا میری شخصیت بہت عرصہ کی تپسیا کے بعد بنی گئی تھی۔ جس پر حالات کا جبر کا تھا۔ میری سوچ میں یہ آگئی تھی کہ میرے پاس زیادہ علم ہے اور میں بہت زیادہ جانتا ہوں۔ اس کو اپنی شخصیت سے نکالنا بہت مشکل تھا مگر نکالنا تو تھا اگر میں ایسا نہ کرتا تو شاہ بابا سے مجھے کچھ بھی نہ مل سکتا تھا بلکہ حقیقت تھی کہ پہلی دو ملاقاتوں میں میں زندگی کی وہ حقیقت جان گیا تھا وہ اس سے قبل نہیں جانتا تھا۔ اگلے جمعرات میں پھر اسی محفل کا حصہ بن گیا۔ اس بار انکے کلام کے بعد جب سب لوگ اٹھ گئے تو وہ خود میرے پاس آئے اس بار انکا رویہ انتہائی نرم تھا مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

"بیٹا رب سے کچھ مانگنا ہے تو اس کی بارگاہ میں اپنی ذات کو مار دینا ہوتا ہے۔ بس یہی عمل خدا کو بہت پسند ہے اور اگر خدا کے قریب آنا چاہتے ہو تو تزکیہ نفس کرو اپنے نفس کی نفسانی خواہشات کو مار دو۔ اپنی ذات کو ختم کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بس پھر اگر تم نے وہ کر دیا جو خدا کو پسند ہے تو پھر تمہاری اس خواہش کو پورا کر دے گا جس خواہش کے لئے تم یہاں پر آئے ہو۔۔۔۔" انہوں نے کندھا تھپتپایا اور پھر وہ وہاں چل دیئے۔۔۔۔ اور میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا۔۔۔۔۔۔ میں اپنے اندر تحمل بردباری لے آیا۔۔۔۔۔۔ مجھے خدا کے قریب ہونا تھا تا کہ مجھے کیمیاء کا علم اس کی انتہا تک مل جائے۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پھر یہ سفر چل نکلا میں ہر جمعرات انکی خدمت میں پیش ہو جاتا اور وہ میری تربیت کرتے رہتے۔۔۔۔۔ دن گزرتے رہے اور پھر ایک دفعہ ایک بہت ہی پر اسرار سلسلہ شروع ہو گیا انہوں نے مجھے خطوط دے کر روانہ کرنا شروع کر دیا۔ جس کی وضاحت میں بالکل نہیں کر سکوں گا۔ وہ ایک بند خط ہوتا جو وہ مجھے دیتے اور اور کہتے کہ یہ میں ملتان جا کر ایک پان شاپ پر موجود کسی کامران صاحب کو دے دوں۔ مگر مجھے وہ خط کھول کر دیکھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دوسرا چکر میرا کراچی لگا اور کلفٹن کے علاقے میں ایک بہت بڑا بد معاش تھا مجھے اس سے ملکر وہ خط دینا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر تیسرے خط کی باری آئی تو انہوں

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نے مجھے اندرون سندھ سانگھڑ بھیج دیا۔۔۔۔۔چوتھا خط کچھ عرصے کے بعد مجھے کوئٹہ لیکر جانا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ تمام خطوط کوئی بارہ کی تعداد میں تھے اور جو تمام سفر میں نے کئے اس میں انتہائی پراسرار بات یہ تھی کہ کسی ایک سفر کا کرایہ بھی میں نے ادا نہیں کیا اور نہ ہی شاہ بابا نے دیا۔ بلکہ شاہ بابا نے بتایا کہ یہ تمام سفر اللہ کے ہیں اور وہی ہی تمہارا خرچ ادا کرے اور ہوا بھی ایسے ہی۔ مجھ سے آج تک جب بھی بس میں یا ٹرین میں کرایا مانگا جاتا تو میرے ساتھ والا مسافر میرا کرایہ خود ہی بھر دیتا تھا اور بازاوقات تو ایسا بھی ہوا کہ مجھ سے کرایہ مانگا بھی نہیں کیا۔۔۔جب بھی میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مجھے مسکرا کر ٹال دیا۔۔۔

البتہ مجھے ایک بار یہ کہا کہ:

بیٹا یہ رب کے کام ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اور وہی جانتا ہے ہم تو بس نہ چیز ہیں۔ ممکن ہے کبھی تمہیں اس کی وجہ سمجھ آجائے۔۔۔۔۔۔

اور میں بس سوچتا ہی رہ جاتا تھا۔ وقت گذرتا گیا اور میرے وجود میں خدا کی محبت امر ہوتی چلی گئی۔۔۔۔۔میری سوچ بھی تبدیل ہوگئی اور میں نے زندگی کے بارے میں نئے زاویوں سے سوچنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ میں کیمسٹری سے دور اور خدا کے پاس ہوتا چلا گیا۔۔۔۔۔وقت گذرتا گیا اور پھر میں شاہ بابا کے زیر سایہ ارتقاء کے نئے مراحل طے کرتا گیا۔ اور پھر وہ وقت آیا جب انہوں نے مجھے بلوچستان کے پہاڑوں پر جانے کا حکم دیا اور کہا کہ تمہیں خدا کا نیا حکم وہاں پر ملے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ وہ وقت تھا جب تمہاری کیمسٹری کے چار سال پورے ہو چکے تھے اور پھر میں اچانک اپنے نئے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اب یہ تمہارے اس سوال کا جواب کہ میں اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا۔۔۔۔۔میں نے اپنے سفر کا ارادہ کیا اور پھر میں بلوچستان کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔میں جگہ کا تعین اس لئے نہیں کروں گا کہ مجھے وہ جگہ راز میں رکھنے کا حکم ہے۔۔۔۔۔۔میں کوئی تین دن کے سفر کے بعد اپنی منزل پر پہنچا تو مجھے وہاں پر شاہ بابا ملے اور اس وقت میرے لئے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ مجھے حیرت اس لئے ہوئی کیونکہ انہوں نے کہیں اور جانا تھا اور وہ اتنے جلدی اپنی ہی بتائی ہوئی جگہ پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔۔۔انہوں نے مجھے حیران پریشان دیکھا تو خاموشی کے ساتھ بالکل ویسا ہی ایک لفافہ تھما دیا جو میں اس سے قبل بارہ دفعہ مختلف لوگوں کے تھما چکا تھا۔ اس دن واقعی میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ لفافہ میں نے کھول کر دیکھا تو اس پر ایک ایسی تحریر لکھی تھی جسے پڑھ میں بے اختیار روتے ہوئے شاہ بابا کے گلے لگ گیا۔ جانتے ہو اس میں کیا لکھا تھا؟؟؟؟"میں نے تجسس سے نفی میں سر ہلایا اور پھر انہوں نے کہا:

"تمہاری مراد آج پوری ہو گیا، خدا کو تمہاری تپسیا پسند آئی بولو کیا مانگتے ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا کا پیار۔۔۔۔۔یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیمسٹری کی انتہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر کیمسٹری چاہتے ہو تو جاؤ آج کے بعد دنیا بھر میں تمہیں ایک نامور کیمیاء دان کے طور پر جانا جائے گا۔۔۔تم جس کیمیائی عمل میں ہاتھ ڈالو گے وہ سونا بن جائے گی۔۔۔۔۔بولو کیا چاہتے ہو۔۔۔؟" پھر جانتے ہو میں نے کیا چنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"میرے لئے خدا اور اس کی محبت بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پروفیسر نے کہا اور میں انکے الفاظ پر غور کرنے لگا۔۔۔۔۔میری زندگی میں ایک بار پھر وقت تھم گیا تھا۔ میں پروفیسر صاحب کو اور وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے بہت سے سوالات کے جوابات مل تو گئے تھے مگر کچھ نئے سوالات نے جنم لے لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وقت نے ایک بار پھر پروفیسر صاحب اور مجھے ملا دیا تھا اور میں بہت دور خلاء میں کسی اور دنیا میں نا جانے کیا سوچ رہا تھا وہاں تک میری سوچ نہ پہنچ سکتی تھی۔۔۔۔۔۔۔ میرے لب پر بس ایک ہی مصرعہ تھا عشق پاگل نہیں پاگل کو ولی کرتا ہے۔۔۔۔۔۔!!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com